© rasailojaraid.com

اسلام کا اِقتصادی نظام

از مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی

گزشتہ مضمون میں جن "بنیادی اصول" کا ذکر کیا گیا ہے ان کے پیشِ نظر اب ہم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ "اسلام" نے اپنے "اقتصادی نظام" میں ان کا کہاں تک لحاظ کیا ہے اور "علمی نظریات" "عملی تعلیمات" کے ذریعہ ان کو کامیاب بنانے میں کون کون سی صورتیں اختیار کی ہیں۔ ہم نے "اصول موضوعہ" کی پہلی "دفعہ" کو اس طرح ادا کیا ہے:-

وہ "اقتصادی نظام" ہر فرد کی معاشی زندگی کا کفیل ہو اور جماعت کا کوئی فرد بھی عملی جدو جہد کے بعد اُس (معاشی زندگی) سے محروم نہ رہے"۔

یہ "دفعہ" اس قدر صاف اور واضح ہے کہ اگر یہ کہدیا جائے کہ دنیا میں "اقتصادی نظام" کی حاجت صرف "اسی ضرورت" کو پورا کرنے کے لیے ہے، باقی اور دفعات اسی ایک دفعہ کی تکمیل کے لیے ہیں نیز کسی "اقتصادی نظام" کے برتر یا بدتر ہونے کا فیصلہ صرف اسی "ایک" "دفعہ" سے کیا جا سکتا ہے، تو بیجا نہ ہوگا،

شروع میں سورۂ ہود، والذاریات کی دو آیات پیش کرتے ہوئے اجمالی طور ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ "اسلام" نے اپنے پیروؤں کو صراحت اور وضاحت کے ساتھ یہ بتایا ہے کہ کائنات ارضی میں "معیشت" کی راہ ہر ایک کے لیے کھلی ہوئی ہے اور یہ کسی کو بھی حق نہیں دیا گیا کہ وہ دوسرے پر اس راہ کو بند کر دے۔ البتہ جدوجہد شرط ہے اور اُس کے حاصل کرنے کے لیے "سعی عمل" کی ضرورت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اِن ہردو آیات کے علاوہ قرآنِ عزیز میں جن جن مقامات پر اللہ تعالیٰ کی رزاقیت کو بیان کیا گیا ہے اُن تمام آیات میں یہ بات قوت کے ساتھ لوگوں کے دل و دماغ میں اُتاری گئی ہے کہ معیشت اور اسبابِ معیشت کا معاملہ خدا ہی کے ساتھ متعلق ہے اور اس کے لیے ہرگز کسی انسان کو کفیل نہیں بنایا گیا کہ جب وہ چاہے کسی پر اُن کو وسیع کردے، اور جب چاہے کسی پر تنگ کردے یا سرے سے بند کردے

لا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاھم (۶:۱۵۲)	اور افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم ہی تمہیں بھی "روزی" دیتے ہیں اور اُنہیں بھی۔
ومن یرزقکم من السماء والارض ءالٰہ مع اللہ (۲۷:۶۴)	اور آسمان سے اور زمین سے تم کو روزی کون دیتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟
اِنّ اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین (۵۱:۵۸)	بیشک اللہ ہی روزی دینے والا ہے، بڑی مضبوط قوت والا۔
وجعلنا لکم فیہا معایش (۱۵:۲۰)	اور ہم نے زمین میں تمہارے لیے معیشت و اسبابِ معیشت پیدا کردیے ہیں۔
واذا قضی الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ (۶۲:۱۰)	اور جب نماز ختم ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے "رزق" کو تلاش کرو۔

اِن آیات میں اس کا بھی سدِ باب اور قلع قمع کردیا گیا ہے کہ "مذہب" یا "تہذیب و تمدن" کے نام پر کسی وقت اور کسی زمانہ میں کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ان ہردو اُمور کے متعلق ایسے قوانین ایسے نظریے، یا ایسے عملی پروگرام وضع کرے جو انسانی دنیا کے کسی ایک فرد بلکہ کسی ایک جاندار کو بھی زندہ رہنے کا حق نہیں دیتا ہو یا معیشت و وسائلِ معیشت سے محروم کرتا ہو، اور یہ کہ جو مذہب یا تمدن یا سوسائٹی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایسا کرتے ہیں وہ باطل، ظالم اور خدا کی مخلوق کے لیے وبال ہیں اور بلاشبہ ایسے مذہب، تمدن، سوسائٹی اور حکومت کو پہلی فرصت میں دنیا سے مٹ جانا چاہیے۔

قرآن مجید معاش و معاد انسانی کے لیے ایک بنیادی نظام ہے اس لیے اُس کا فرض یہی تھا کہ وہ ان آیات، اور ان جیسی دوسری بہت سی آیات میں نئے نئے اسلوب بیان، اور معجزانہ نظم و ادا کے ساتھ اس مسئلہ کی بنیاد کو اس طرح استوار کر دیے کہ پھر جو نظام بھی اس کی روشنی میں عالم کی معیشت کے لیے ترتیب دیا جائے وہ ثریٰ سے ثریا تک راست اور صحیح ہو اور اُس کے کسی ایک گوشہ میں بھی کجی اور عدم استواری باقی نہ رہے۔ اسی لیے کسب معیشت کی ترغیب کا وہ تمام ذخیرہ جو احادیث و روایات کی شکل میں پایا جاتا ہے ہمارے اس بیان کی حرف بحرف تائید کرتا ہے۔

قَالَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :-

من الذنوب ذنوب لا یکفرھا الا الھم فی طلب المعیشۃ۔	گناہوں میں سے بعض گناہ وہ ہیں جن کا کفارہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ انسان "معیشت" کی طلب میں مشقت و تکلیف برداشت کرے۔
(طبرانی فی الاوسط، ابونعیم فی الحلیہ)	
اذا صلیتم الفجر فلا تنوموا عن طلب ارزاقکم (کنز العمال جلد ۲)	جب تم نماز فجر ادا کرلو تو پھر طلب رزق سے پہلے ہرگز نہ سوؤ۔

قال عمر بن الخطاب :-

لا یقعد احدکم عن طلب الرزق	کسی انسان کو طلب معیشت سے بیٹھ نہ جانا چاہیے۔
(صاحب القوۃ والذہبی)	

سید مرتضیٰ زبیدی شرح احیاء العلوم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ ہونے پائے اور ساتھ ہی اُس کی راہ افراط و تفریط کی راہ سے الگ ایک اعتدال کی راہ کھلا سکے اس لیے اُس نے حکومت کے معنی "شاہنشاہیت" "ڈکٹیٹر شپ اور موجودہ ڈیماکریسی (جمہوریت) کے خلاف ایک ایسی شورویٰ نظام کے بیان کیے جس میں "خلیفہ" یا حاکم کی حیثیت ایک خادمِ ملک وملت کی نظر آتی ہے نہ کہ "حاکمِ قوم وملک" کی۔ اسی لیے اُس کے انتخاب اور معزولی میں رائے عامہ کو مختار بنایا گیا، اور امورِ مہمہ مملکت میں "شوریٰ" کو ضروری اور حکومت کا جزء قرار دیا گیا، نیز اُس کی اور اُس کے ماتحت عمال کی زندگیوں پر ایسی قیود عائد کی گئیں کہ جن کی بدولت کسی وقت بھی نظامِ حکومت میں ملک وپبلک کی خدمت کے علاوہ حکومت وسطوت کا جذبہ پیدا نہ ہوسکے اور "حکومت" کا مقصد ملک وملت کی نمایندگی کے سوا اور کچھ باقی نہ رہے، نیز "اسٹیٹ" "خلافت" اور اس کی ملکیت شخصی اور انفرادی ملک نہ بننے پائے بلکہ اس کا سارا نظام جمہور کی ملک ہو، اور آمدنی و ذرائع آمدنی میں انفرادی ملکیت کے اثبات واقرار کے باوجود ایسی تحدید وتعیین پائی جاتی ہو کہ جس سے مذموم سرمایہ داری کا سسٹم کسی وقت بھی جاری نہ ہونے پائے۔

عن عبد اللہ بن عمرو ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لا یحل لثلاثۃ یکونون بفلاۃ من الارض الا امّروا علیہم احدہم (مسند احمد)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تین آدمی کسی چٹیل زمین میں بھی موجود ہوں تو اُن کے لیے اپنے میں سے ایک امیر منتخب کرلینا ضروری ہے۔

عن ابی ذر قلت یا رسول اللہ الا تستعملنی قال انک ضعیف وانہا امانۃ وانہا یوم القیمۃ خزی وندامۃ الا من اخذہا بحقہا وادی الذی علیہ فیہا۔ (مسلم)

حضرت ابوذر غفاری فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ مجھے "گورنر" بنا دیجیے آپ نے فرمایا ابوذر تم کمزور ہو اور یہ منصب قومی امانت ہے اور یہ اُس شخص کے علاوہ جو اُس کا صحیح حق ادا کرے اور اُس کے بارہ میں اپنے فرائض کو ٹھیک ٹھیک انجام دے، قیامت کے دن ذلت وندامت کا باعث ہوگا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عن عبدالرحمٰن بن سمرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یا عبدالرحمٰن بن سمرة لا تسأل الامارة فانك ان اعطیتها عن غیر مسئلة اعنت علیها وان اعطیتها عن مسئلة وكلت الیها۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرة فرماتے ہیں مجھ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عبدالرحمٰن تم کبھی "حاکمیت" کے لیے سوال نہ کرنا اس لیے کہ تم کو (قوم کی جانب سے) اگر یہ دی گئی تو خدا کی مدد تمہارے ساتھ ہوگی ورنہ تم مددِ الٰہی سے محروم رہوگے اور تنہا تمہاری ذات اُسکی ذمہ دار بنادی جائیگی

عن ابی هریرة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انكم ستحرصون علی الامارة وستكون ندامة یوم القیٰمة۔

(بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم "حکمرانی" کے لالچی ہوجاؤ گے اور بہت جلد وہ تمہارے لیے قیامت کے دن ندامت کا باعث بن جائیگی۔

ان روایات کے سلسلہ میں قاضی شوکانی فرماتے ہیں:۔

ویدخل فی لفظ الامارة الامارة العظمٰی وهی الخلافة والصغرٰی وهی الولایة علی بعض البلاد۔

احادیث میں لفظ "امارت" میں بڑی امارت "خلافت" بھی داخل ہے اور چھوٹی امارت قصبوں، ضلعوں اور صوبوں کی حکومت بھی داخل ہے۔

وشاورهم فی الامر فاذا عزمت فتوكل علی الله (آل عمران)

اور اُن (اصحاب) سے مشورہ کیا کرو اور جب تم نے کسی بات کا عزم کرلیا ہو تو چاہیے کہ خدا پر بھروسہ کرو۔

عن علی رضی الله عنه قال سئل رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم عن العزم فقال مشاورة اهل الرائ ثم اتباعهم (تفسیر ابن کثیر و درمنثور عن ابن مردویہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آیت فاذا عزمت میں عزم سے کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا اہل الرائے سے مشورہ کرنا اور پھر اُس کی پیروی کرنا یعنی خلیفہ کا اہل الرائے سے مشورہ کرکے اُس پر گامزن ہونا ہی اُس

© rasailojaraid.com

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تولّی شیئًا من امر المسلمین فاحتجب عن حاجتھم وفقیرھم احتجب اللہ دون حاجتہ۔
(ابو داؤد، ترمذی)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص مسلمانوں کے اموریں سے کسی امر کا بھی والی حاکم بنا اور پھر اس نے لوگوں کی حاجات وضروریات کے درے دربان بٹھادیے اور لوگوں کی حاجات کی پروانہ کی تو خدائے تعالیٰ بھی اُس کی حاجات میں رُکاوٹ ڈال دیگا۔

عن عائشۃ قالت لما استخلف ابوبکر قال لقد علم قومی ان حرفتی لم تکن تعجز عن مؤنۃ اھلی وشُغلتُ بامر المسلمین فیأکل اٰل ابی بکر من ھٰذا المال ویحترف للمسلمین فیہ۔
(بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضرت ابوبکر خلیفہ بنائے گئے تو آپ نے (برسرِ منبر) فرمایا میری قوم کو معلوم ہے کہ میرا تجارتی کاروبار میرے اہل وعیال کی ضروریات پورا کرنے سے درماندہ نہیں ہے۔ اب میں مسلمانوں کی خدمت پر مامور کردیا گیا ہوں تو اب ابوبکر کے اہل وعیال کی قوت لایموت بیت المال ہی سے ملیگی اور ابوبکر مسلمانوں کی خدمت انجام دیگا۔

وکان (عمر) یرزق العامل بحسب حاجتہ وبلدہٖ (الاسلام والحضارۃ العربیہ جزء ثانی)

حضرت عمر اپنے صوبہ داروں کو ضرورت اور مقامی حالت کے اعتبار سے روزینہ دیا کرتے تھے

جمع عمر المسلمین لاوّل عھدہٖ وقال ما یحل للوالی من ھٰذا المال فقالوا جمیعا: اما الخاصۃ فقوتہ وقوت عیالہ، لا وکس ولا شطط و کسوتھم وکسوتہ للشتاء والصیف ودابتان الی جھادہ وحوائجہ وصلاتہ وحجہ وعمرتہ، و القسم بالسویہ (الاسلام والحضارۃ العربیہ جزء ثانی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ابتدائی دور میں مسلمانوں کو جمع کیا اور فرمایا: خلیفہ کے لیے اس پبلک ”مال“ سے کیا جائز ہے سب نے متفقہ جواب دیا اُس کو اپنی ضروریات کے لیے اور اپنے عیال کے لیے روزینہ جس میں کسی قسم کی کمی زیادتی نہ ہونے پائے اور اپنے اور عیال کے سردی اور گرمی کے کپڑے اور روزمرہ، نماز، حج اور عمرہ کے لیے دو سواری کے جانور اور غنیمت

وغیرہ میں عام مسلمانوں کے برابر حصہ اور صرف ضرورت کے مطابق گزارہ الاؤنس۔

© rasailojaraid.com

قال عمر انما انا وما لکم کولی الیتیم ان استغنیتُ استعففتُ وان افتقرتُ اکلتُ بالمعروف (کتاب الخراج)
(حضرت عمر نے ایک مرتبہ فرمایا) مجھ کو تمہارے مال (بیت المال) میں اتنا حق ہے جتنا یتیم کے ولی کو اُس کے مال میں۔ اگر میں فارغ البال ہونگا تو کچھ نہ لونگا اور اگر ضرورت پڑیگی تو دستور کے مطابق کھانے کے لیے لونگا۔

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم (توبہ)
جو لوگ چاندی سونا خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اُن کو عذاب دردناک کی بشارت دیدو

کی لا یکون دُولۃ بین الاغنیاء منکم (حشر)
(انفاق فی سبیل اللہ کا یہ طریقہ اس لیے جاری کیا گیا) تاکہ "سرمایہ" تمہارے مالداروں ہی کے اندر گھوم پھر کر نہ رہ جائے۔

بلکہ تمام آیات قرآنی، احادیث نبوی اور صحابہ کرام کے واقعاتِ زندگی بہانگ دہل اس کا اظہار کر رہے ہیں کہ اسلام کے بنائے ہوئے اجتماعی نقشہ میں "حکومت" کے مفہوم، اور اُس کے عملی پروگرام میں دولت اور وسائل دولت کے لیے "سرمایہ دارانہ نظام" کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ یہاں ثروت و دولت نہ کسی ایک طبقہ میں مخصوص ہو کر رہ سکتی ہے، اور نہ افراد بالخصوص جماعتوں کے پاس دولت و اسبابِ دولت کے بڑے بڑے خزانے جمع ہو سکتے ہیں، اور بقول مولانا آزاد:

"اسلام نے سوسائٹی کا جو نقشہ بنایا ہے اگر ٹھیک ٹھیک قائم ہو جائے اور صرف چند خانے ہی نہیں بلکہ تمام خانے اپنی اپنی جگہ بن جائیں تو ایک ایسا اجتماعی نظام پیدا ہو جائیگا جس میں نہ تو بڑے بڑے کروڑپتی ہونگے، نہ مفلس و محتاج طبقے، ایک طرح کی درمیانی حالت غالب افراد پر طاری ہو جائیگی الخ (ترجمان القرآن جلد دوم)

اس اجمال کی شرح یہ ہے کہ "اسلامی نظامِ حکومت" کی اس عادلانہ روش نے سوسائٹی میں ایک ایسے "اقتصادی نظام" کی طرح ڈال دی جس سے ہر فرد انسانی کو خدا کی بخشی ہوئی دولت و وسائل دولت سے نفع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حاصل کرنے کا موقع ملا، اور جد وجہد کے بعد اُس سے محرومی کی کوئی صورت باقی نہ رہی۔ چنانچہ اقتصادی نظام کے اس خانہ کو پُر کرنے کے لیے اسلام نے "حکومت" پر دو طرح کی ذمہ داری عائد کی ہیں۔

(الف) جس کا تعلق براہ راست حکومت "اسٹیٹ" سے ہے۔

(ب) جس کا تعلق پبلک اور رعایا کے واسطہ سے حکومت سے ہے۔

اور ان دونوں قسم کی ذمہ داریوں کا نقشہ اس طرح مرتب کیا جا سکتا ہے:۔

قسم (الف) کی ذمہ داریاں	قسم (ب) کی ذمہ داریاں
(۱) اعداد وشمار کا انتظام	(۱) ذاتی املاک پر ٹیکس "زکوٰۃ وصدقات"
(۲) وظائف	(۲) تجارت اور صنعت وحرفت کی ترغیب اور اس کے لیے سہولتیں۔
(۳) بیت المال	(۳) سود کی حرمت
(۴) انفرادی ملکیت کی تحدید	(۴) تجارتی بدعنوانیوں کی روک تھام۔ سرمایۂ از ترقی کی بندشیں۔
(۵)	(۵) زمین کے متعلق خصوصی احکام
	(۶) تقسیم دولت کا قانون، مثلاً میراث

اعداد وشمار یوں تو ہر ایک "نظام" کے لیے اعداد وشمار خاص اہمیت رکھتے ہیں اور اس کے بغیر کوئی نقشہ بھی مکمل نہیں سمجھا جا سکتا، مگر اقتصادی نظام میں اس کی اہمیت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے، اس لیے کہ جب تک کسی ملک کی صحیح مردم شماری اور پھر پبلک کی معاشی زندگی کے درجات، برسر روزگار، بے روزگار، تجّار، صنّاع، معذور، مریض، کے صحیح اعداد وشمار مرتب نہ ہوں نیز زمین، کارخانہ جات، معادن سکہ جات، ٹیکس و محصولات، یعنی آمدنی و ذرائع آمدنی، اور مصارف و ارباب مصارف کی تعیین میں بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اعداد و شمار کا اگر لحاظ نہ رکھا جائے تو اُس ملک کی اقتصادی حالت کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتی، بلکہ ایسے ملک یا ملکی حکومت میں اقتصادی نظام کا نام لینا بھی عبث اور فضول ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ آج جس قدر لگایا جا رہا ہے اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے اپنے اقتصادی نظام میں اس اہمیت کو زیادہ سے زیادہ تسلیم کیا، اور نہ صرف تسلیم بلکہ اس کو اپنے عملی پروگرام کا ایک اہم جزء قرار دیا۔

ولما توسع المسلمون فی الفتح وانتشروا فی الممالک وکثرت مواد الدولة وتبسطت فی مناحی العمران واخذ یزداد الفیٔ من الخراج والجزیة زیادة لا طاقة للخلیفة وامرائه بضبطها ولا قبل لهم باحصاء مستحقیها وتوزیع الاعطیات (المرتبات) علی اربابها بالعدل الا بضبطها وترقیمها علی اصول ثابتة وقیدها فی قیود خاصة دعا عمر رضی اللہ عنه الصحابة واستشارهم فی کیفیة تدوین الدیوان الخ

مسلمانوں کی فتوحات جب وسیع ہو گئیں اور اُنھوں نے بہت سے ملکوں پر قبضہ کر لیا اور دولت و ثروت کا مواد بہت کافی جمع ہو گیا اور اُن کی عمرانی حدود بہت زیادہ وسیع ہو گئیں اور خراج و جزیہ سے آگے فیٔ و غنیمت میں اس قدر اضافہ ہونے لگا کہ خلیفہ اور اعیان خلافت اس کے نظم و انتظام سے عاجز آنے لگے اور مستحقین مصارف اور تقسیم عطایا میں اصحاب عطیات کا احاطہ ناممکن ہو گیا، اور تاوقتیکہ خاص قیودات اور معین و مرتب اصول پر اُن کو مرتب نہ کیا جائے اُن کی ترتیب دشوار تر ہو گئی تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی مجلس شوریٰ منعقد کی اور اُن سے مشورہ کیا کہ کس طرح مالیات و مصارف اور اصحاب مصارف و مالیات کے اعداد و شمار کے رجسٹر ترتیب دیے جائیں الخ

والسبب فی تدوین الدواوین ان عامل عمر علی البحرین اتاه یوماً بخمسمائة الف درهم فاستعظمها وجعل علیها حراساً فی المسجد

ابتدا میں اعداد و شمار کے رجسٹروں کی ترتیب کا سبب یہ پیش آیا کہ بحرین کے گورنر کے پاس سے پانچ لاکھ درہم موصول ہوئے حضرت عمر نے اس کو بڑی تعداد سمجھتے ہوئے مسجد میں اُس پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فاستشار علیہ بعض من عرفوا فارس والشام ان یدون الدواوین یکتبون فیہا "الاسماء وما لواحد واحد، وجعل الارزاق مشاہرۃ"

محافظ مقرر کردیے اور صحابہ سے مشورہ کیا اور بعض صحابہ نے جو فارس و شام کے حالات سے واقف تھے یہ مشورہ دیا کہ رجسٹروں کی ترتیب دیجائے، جن میں لوگوں کے نام اور اُن سے متعلق روزینہ کا تذکرہ ہو اور روزینہ کا معاملہ ماہواری ہوجائے۔

یہ اور اسی قسم کے دوسرے حوالجات" جو مقریزی، طبری، اور تاریخ ابن کثیر جیسی مشہور کتب سیر میں موجود ہیں، اس کی صراحت کرتے ہیں کہ" نظام اقتصادی کے بنیادی امور میں خلفا راسلام نے" اعداد وشمار" کو بہت زیادہ اہمیت دی، اور اپنے نظام میں اُس سے بہت زیادہ مدد لی۔

اس جگہ یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ اعداد وشمار کے اسم قسم کے رجسٹر و دفاتر تو ہر ایک حکومت میں ہوا کرتے ہیں اور یہ کہ یہ تو ضروریات حکومت میں سے ایک اہم ضرورت ہے، اس کا" اقتصادی نظام" سے خاص تعلق معلوم نہیں ہوتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ" اقتصادی نظام" کی برتری اور بدتری کا بہت کچھ مدار حکومت کے سسٹم پر ہے، سو اگر کسی حکومت کا سسٹم ایسے اصول پر قائم ہے جس میں سرمایہ داری کو فروغ لازمی اور ضروری قرار دیا جاتا ہو تو ایسی صورت میں" اعداد وشمار" کی اہمیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ملک میں سرمایہ داری اور سرمایہ داروں کی ترقی کی شکل کیا ہو۔

اور اگر کسی حکومت کا سسٹم سرمایہ داری کے اصول کے خلاف ہے تو وہاں اعداد وشمار کی اہمیت کا مقصد یہ قرار دیا جائیگا کہ ملک و قوم کا کوئی فرد اپنی معاشی زندگی میں محروم نہ رہ جائے، اس لیے" اقتصادی نظام" میں اعداد وشمار کی اہمیت اس دوسرے سسٹم کے لحاظ سے بہت زیادہ ہوجاتی ہے اور اس لیے اسلام نے اس دوسرے سسٹم ہی کو اختیار کیا ہے۔

(باقی)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہندوستان میں قانونِ شریعت کے نفاذ کا مسئلہ

(از جناب مولوی سید عقیل محمد صاحب بی ایس سی ایل ایل بی (علیگ)

(۳)

شریعت بل اور خلع بل کی بابت چند سوالات اور اُن کا جواب

اس موقع پر مسٹر عبداللہ کے شریعت بل اور مسٹر کاظمی کے طلاق بل کی بابت چند اہم سوالات کا پیدا ہونا ممکن ہے جن کا تفصیلی جواب بطور ضروری تمہید کے مفید ثابت ہوگا :۔

(۱) مسٹر عبداللہ کے شریعت بل کا منشا ، ومفہوم کیا ہے ؟ کیا وہ معاملات کے جملہ شقوق پر حاوی ہے۔

(۲) شریعت بل کے ہوتے ہوئے مسٹر کاظمی کے بل کی ضرورت باقی رہتی ہے ؟

(۳) شریعت بل میں جو ناقص ترمیمات داخل ہوگئی ہیں، اگر اُن کو خارج کردیا جائے تو پھر یہ ایکٹ قانونِ شریعت کے نفاذ میں کس حد تک معین ہوگا ؟

(۴) کیا اس سلسلہ میں شریعت بل میں کسی جدید ترمیم کی ضرورت ہے ؟

شریعت بل اپنے اندر کافی وسعت لیے ہوئے ہے اور شفعہ کے علاوہ مجملاً "شرع محمدی" کے تمام مذکورہ بالا ابواب پر حاوی ہے، چنانچہ شریعت بل کی دفعہ ۲ میں اس کی تفصیل کردی گئی ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ "اس دفعہ کے ماتحت جس قدر معاملات ہونگے اُن کا فیصلہ مسلم پرسنل لا (Moslim Personal Law) کے بموجب ہوگا، بشرطیکہ فریقین مسلمان ہوں" لیکن بیع ورہن وغیرہ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معاملات جو قانونِ انتقال جائداد کے تحت میں آتے ہیں۔ وہ سب اس بل سے مستثنیٰ ہیں۔ اور اس بارے میں یہ بل انگریزی قواعد کا ناسخ نہیں ہے۔ اسی طرح سودی لین دین وغیرہ بھی اس بل سے خارج ہیں۔ لہذا یہ ظاہر ہے کہ شریعت بل معاملات کی جملہ شقوق پر حاوی نہیں ہے اور نہ وہ سابق "شرع محمدی" پر کسی باب کا اضافہ پیش کرتا ہے۔ کاش اگر شریعت بل میں کوئی ایسی دفعہ بھی ہوتی جس کے سبب سے "شرع محمدی" کو انگریز ججوں کی غلط نظائر سے رستگاری نصیب ہوجاتی جب بھی اس قانون کو کسی درجہ میں اہمیت حاصل ہو جاتی، مگر واقعہ یہ ہے کہ دفعہ ۲ کے الفاظ سے کوئی ایسا نتیجہ برآمد ہونا قرینِ قیاس نہیں ہے بلکہ دفعہ ۳ کے بموجب تو وضع قانون کے اصل مقصد کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے کیونکہ ان دفعات میں یہ طے کر دیا گیا ہے کہ دفعہ ۲ سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ہوگا کہ صاحب معاملہ ایک باضابطہ تحریری بیان عدالت میں داخل کردے کہ وہ اس دفعہ سے مستفید ہونے کا خواہشمند ہے اس بیان کے بعد اُس پر اور اُس کے خاندان و ورثار پر یہ قانون عائد ہوسکیگا۔

شریعت بل میں کل چھ دفعات ہیں۔ دفعہ ۵ کے مختصر الفاظ میں مسلمان شادی شدہ عورتوں کو یہ حق عطا کیا گیا ہے کہ وہ جج صاحب ضلع کے یہاں درخواست پیش کرکے کسی شرعی وجہ کی بنا پر بعد تحقیق وثبوت کے اپنا نکاح فسخ کراسکتی ہیں۔ مسٹر کاظمی کا خلع بل دراصل اسی دفعہ کی تشریح کرتا ہے اور اس میں وہ شرعی وجوہ جو فسخ نکاح کے لیے کافی ہوسکتی ہیں بالتفصیل مذکور ہیں، مگر اس بل کی غایت اصلی ایسے معاملات کو مسلمان عدالتوں میں لانا اور فرضی ارتداد کو فسخ نکاح کے لیے غیر موثر قرار دینا ہے، مرکزی اسمبلی کی جابرانہ ترمیمات کے بعد مسٹر کاظمی کا طلاق بل مسلمانوں کی سیاسی زندگی پر ایک بدنما دھبہ بن کر رہ گیا ہے اور اب وہ دیگر اصلاحی تدابیر کے لیے مانع ومزاحم ثابت ہوگا۔

شریعت بل سے ترمیماتِ مشمولہ دفعہ ۳ و ۴ خارج ہونے کے باوجود یہ ایکٹ مندرجہ ذیل نقائص میں مبتلا رہیگا۔ اس لیے اُس کو مستقبل کی ترقیات کے لیے محض ایک بنیاد کے طور پر قائم

© rasailojaraid.com